بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

دعوتِ اسلام

مرتبہ

مسعود احمد صاحب



شائع کردہ

ادارہ مطبوعات اسلامیہ

۲/۱۶۲ - حسین آباد ۲ فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

فون ۶۳۲۴۱۰۴ - ۶۳۲۳۳۶۳

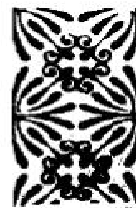
قیمت : دس روپے

فی سبیل اللہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

دعوتِ اسلام

فہرست



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اشاعت اوّل (۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء) ــــــ ۵۰۰۰

اشاعت دوم (۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء) ــــــ ۵۰۰۰

اشاعت سوم (۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء) ــــــ ۱۰۰۰

اشاعت چہارم (۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء) ــــــ ۱۰۰۰

ٹائٹل اور کتابت ــــــ عبدالحفیظ

قیمت ــــــ دس روپے

ترتیب و تلخیص :-

محمد صدیق میمن



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہمارا حاکم صرف ایک ـــــ یعنی اللہ تعالےٰ

حاکم سے مراد وہ حاکم ہے جس کی حکومت ازلی و ابدی ہو، جس کی اطاعت غیر محدود و غیر مشروط ہو، جو قانون ساز ہو، جس کا قانون کامل اور غیر متبدّل ہو، اطاعت کرانا جس کا حق ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جنّ و انس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا، جیسا کہ ارشاد گرامی ہے :-

(۱) وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ (الذاریات-۵۶)
میں نے جنّ و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔

یہاں عبادت سے نماز، روزہ، ذکر یا وظیفہ مُراد لیا جائے تو بڑی مشکل پیش آئے گی اس لئے کہ پھر پوری زندگی میں ان اعمال کے علاوہ دوسرے اعمال کا کرنا مقصدِ تخلیق کے منافی ہوگا، نہ کاروبار رہے گا، نہ کھانا پینا اور نہ شادی بیاہ۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ نسلِ انسانی ختم ہو جائے گی، نہ زندگی ہوگی نہ عبادت۔ مقصدِ تخلیق پُورا نہیں ہوگا۔

نماز، روزہ وغیرہ عبادت تو ضرور ہیں لیکن ہر حالت میں نہیں۔ مثلاً

مغرب کی تین رکعت کے بجائے اگر کوئی شخص چار رکعت پڑھے تو وہ لغوی اعتبار سے تو عابد ہوگا لیکن شرعی اعتبار سے وہ اللہ تعالیٰ کا باغی قرار پائے گا۔ اس کی نماز عبادت نہیں رہے گی بلکہ بغاوت شمار ہوگی، مقصدِ تخلیق فوت ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھے تو اُس کا وہ روزہ عبادت نہیں ہوگا۔ اُس روزہ کو ثواب یا عبادت سمجھنے والا نہ صرف گنا ہگار ہوگا بلکہ کافر ہو جائے گا۔

اس قسم کی سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ غور کیجئے آخر یہ عبادتیں بغاوت کیوں شمار ہو رہی ہیں، اگر آپ ذرا سا بھی غور کریں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ کیونکہ یہ عبادتیں اللہ تعالےٰ کے احکام اور اُس کے مقرّرہ حدود کے اندر رہ کر نہیں کی جا رہیں اِس لئے عبادتیں نہیں رہیں۔ ان عبادتوں میں اللہ تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اُس کی اطاعت سے انحراف ہوتا ہے لہٰذا انہیں شرعاً عبادت نہیں کہا جا سکتا۔

مندرجہ بالا وضاحت سے یہ نتیجہ نکلا کہ عبادت دراصل اطاعت کا نام ہے۔ مندرجہ ذیل آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۲) لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ (یٰسٓ ۔ ۶۰) شیطان کی عبادت نہ کرو۔

غور فرمائیے، کیا کوئی شخص شیطان کو سجدہ کرتا ہے؟ اسکے نام پر قربانی کرتا ہے؟ اس کے نام کا وظیفہ پڑھتا ہے؟ اس کے نام پر خیرات کرتا ہے؟ ہرگز نہیں، تو پھر آخر شیطان کی عبادت سے کیا مراد ہے؟ ظاہر ہے کہ شیطان کی عبادت سے شیطان کی اطاعت مراد ہے۔ شیطان کی اطاعت کرکے ہی لوگ کفر و شرک، فسق و فجور، عصیان و طغیان میں مبتلا ہوتے ہیں اور صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں، اسی لئے اس کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۳) وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (یٰسٓ ۔ ۶۱) میری عبادت کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی عبادت کے مقابلہ میں اپنی عبادت کا ذکر فرمایا، کیونکہ شیطان کی عبادت شیطان کی اطاعت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

مندرجہ بالا آیات و مباحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے لہٰذا اطاعت صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ جب تک اسکی اجازت نہ ہو کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کی جاسکتی، اگر اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کی اطاعت کی جائے تو یہ شرک فی الاطاعت یعنی شرک فی العبادت ہوگا اور اس شرک سے بڑا اور کونسا شرک ہوگا کہ جس شرک سے مقصدِ حیات ہی تہ و بالا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۴) فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا (الحج ۔ ۳۴) تمہارا حاکم صرف ایک ہے لہٰذا صرف اسی کی اطاعت کرو۔

اسی اطاعت کا دوسرا نام اسلام ہے، اسلام کے معنیٰ ہیں" اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری" لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ مسلم ہے، جو اطاعتِ الٰہی سے منہ موڑتا ہے وہ غیر مسلم ہے، اس نے مقصدِ حیات کو پس پشت ڈال دیا، وہ باغی ہے کہ اپنے خالق کے آگے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا۔

اسلام ہی وہ ضابطۂ حیات ہے جس کے مطابق ہر شخص کو اپنی زندگی گذارنی چاہیئے۔ اگر زندگی کے تمام کاروبار میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت جلوہ گر ہو تو وہ تمام کاروبار عبادت ہوگا۔ نماز اگر اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق ادا کی گئی تو نماز عبادت ہے۔ روزہ اگر اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق رکھا گیا تو روزہ عبادت ہے۔ تجارت اگر اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق کی گئی تو وہ تجارت عبادت ہے۔ اسی طرح زندگی کے تمام کام چلنا پھرنا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، شادی بیاہ، لین دین، طلاق و عتاق،

جنگ وجدال، بغض وعناد، محبّت ومواسات وغیرہ اگر اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کے احکام کے مطابق کئے جارہے ہیں تو وہ سب عبادت ہیں، اس طرح تمام زندگی عبادت بن جائے گی اور مقصدِ تخلیق پورا ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

"تم جو خرچ بھی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کروگے اُس پر تمہیں مزدور ثواب دیا جائے گا یہاں تک کہ اُس لقمہ پر بھی تمہیں ثواب دیا جائے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دوگے۔" (صحیح بخاری کتاب الایمان)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے قانون پر عمل کرنے سے ہوتی ہے، اس قانون کا بنانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اس کا ارشادِ گرامی ہے :۔

(۵) شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ (الشوریٰ ۔۱۳) اللہ نے تمہارے لئے دینی قوانین بنائے۔

قانون سازی میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں، یہ قانون خالص اللہ تعالیٰ کا ہے، جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے :۔

(۶) اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (الزمر ۔۳) خبردار ہو جاؤ، دینِ خالص اللہ کے لئے ہے۔

لہٰذا اس دین میں کسی کی شرکت نہیں، کسی دوسرے کو قانون ساز سمجھنا، اُس کے بنائے ہوئے ضابطوں کو دین میں شامل کرنا، اُس کے اجتہاد، قیاس اور فتوے کو دینی درجہ دینا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے :۔

(۷) اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (الشوریٰ ۔ ۲۱)

کیا انہوں نے (اللہ کے) شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لئے دینی قوانین بناتے رہتے ہیں حالانکہ اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۸) وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (کہف ۲۶) اللہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ بلا شرکتِ غیرے اکیلا حاکم ہے، اسکے احکام میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ارشادِ باری ہے :۔

(۹) اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (یوسف ۔ ۴۰)

حکم کسی کا نہ مانا جائے سوائے اللہ کے، اللہ نے حکم دے دیا ہے کہ عبادت (یعنی اطاعت) کسی کی نہ کی جائے سوائے اُس کے۔

حلال و حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اللہ جلّ جلالہٗ فرماتا ہے :۔

(۱۰) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (النحل ـ ۱۱۶)

اپنی زبانوں سے یونہی نہ کہدیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے (کہ بغیر اس کے حکم کے تم خود حلال و حرام کا فیصلہ کرکے اُسے اللہ کی طرف منسوب کردو)

الغرض علماء کے فتووں سے نہ کوئی چیز حلال ہوسکتی ہے اور نہ کوئی چیز حرام ہوسکتی ہے حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ حلال کہے، حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ حرام کہے۔

قاضی کے فیصلہ سے بھی نہ کوئی چیز حلال ہوسکتی ہے اور نہ کوئی چیز حرام ہوسکتی ہے۔ قاضی کا فیصلہ، فیصلہ تو ہو سکتا ہے، قانون نہیں بن سکتا۔ اگر وہ فیصلہ صحیح ہے تو فبہا اگر صحیح نہیں تو مسترد کردیا جائیگا۔ اگر وہ غلطی سے نافذ ہو بھی گیا تو اس کا نفاذ عارضی ہوگا وہ قاضی خود بھی اسی قسم کے دوسرے مقدمہ میں اپنے گذشتہ فیصلہ کے خلاف فیصلہ کرسکتا ہے۔ دوسرا قاضی بھی اس کے فیصلہ کے خلاف فیصلہ کرسکتا ہے۔ قاضی کے فیصلہ کو ابدی قانون کی حیثیت حاصل نہیں ہوگی۔ ابدی قانون صرف اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قانون ہے، جو اس قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ مسلم ہے، جو اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ مسلم نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱۱) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ ـ ۴۴)

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے، ایسے لوگ کافر ہیں۔

صرف اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کی پیروی کرنی چاہیئے، یہی اصل توحید ہے، دوسری چیزوں کی پیروی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱۲) اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (الاعراف ـ ۳)

اُس قانون کی پیروی کرو جو تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اور اسکے علاوہ دلیوں کی پیروی نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا قانون ہی ہر معاملہ میں آخری سند ہے، کسی دوسرے کے فتوے یا رائے کو آخری سند قرار دینا شرک ہے۔ اہلِ کتاب بھی اہلِ اسلام کے اس عقیدہ سے متفق تھے، اس اشتراکِ عقیدہ کی بنیاد پر ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں دعوتِ اسلام دیتے ہوئے فرمایا :۔

(۱۳) يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ

اے اہلِ کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے (ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی مانتے ہو) وہ یہ کہ ہم

بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ (آل عمران ۔ ۶۴)

اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اسکے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔

اس اشتراک فی العقیدہ کے باوجود وہ عملاً شرک میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اپنا رب نہ بنانے کے عقیدہ کے باوجود وہ اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا رب بنائے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱۴) اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ (التوبہ ۔ ۲۱)

انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا رکھا ہے اور عیسیٰ ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک الٰہ کی عبادت کریں (یعنی ایک حاکم کی اطاعت کریں) حاکم کوئی نہیں سوائے اللہ کے (لیکن وہ اس توحید پر قائم نہیں رہے، انہوں نے علماء اور مشائخ کو حاکم بنا کر شرک کیا) اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ آخری سند صرف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، دوسرے کو اطاعت کا مستحق سمجھنا، اُس کی رائے اور فتوے کو آخری سند قرار دینا شرک فی العبادت ہے، اسے شرک فی الاطاعت بھی کہہ سکتے ہیں اور شرک فی الحکم بھی۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت دائمی اور ابدی ہے، زمان و مکان کے ساتھ مقیّد نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت سے دنیا و آخرت میں فلاح ہے۔

کسی دوسرے کی اطاعت صرف اُس حالت میں ضروری ہے جب اس کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ خود دے دے، اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی بجاآوری کے لئے اپنے رسولوں کی اطاعت کو فرض قرار دیا لہٰذا رسولوں کی اطاعت بحکمِ الٰہی فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قانون صرف قرآن و حدیث میں محفوظ ہے، ان ہی دو چیزوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کو مکمل کیا تھا، ان ہی دو چیزوں کو ہم واجب التعمیل سمجھیں، فرقہ وارانہ مذاہب کو بالائے طاق رکھدیں۔ اللہ تعالےٰ ایک ہے، اُس ایک کو حاکم مان کر ایک ہو جائیں۔

ہمارا حاکم صرف ایک یعنی اللہ تبارک وتعالےٰ، اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہمارا امام صرف ایک
یعنی محمدؐ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

امام سے مُراد وہ امام نہیں جو نماز پڑھاتا ہو، امام سے مُراد وہ امام نہیں جو کسی فن میں مہارت رکھنے کی وجہ سے اُس فن میں امام کہلاتا ہو۔ امام سے مُراد وہ امام نہیں جو امیر یا حکمراں ہو۔ امام سے مُراد وہ امام بھی نہیں جو کسی نیکی میں پہل کرنے کی وجہ سے دوسروں کے لئے پیش رَو بن جائے۔ بلکہ

امام سے مُراد وہ امام ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے منصبِ امامت پر سرفراز فرمایا ہو۔ جس کا ہر حکم واجب الاتباع ہو، جس کا ہر فقرہ ضابطۂ حیات ہو، جس کا ہر فعل مشعلِ ہدایت ہو، جسکی اطاعت اللہ کی اطاعت ہو، جس کی امامت عارضی نہ ہو بلکہ قیامت تک کے لئے دائمی ہو، جو معصوم ہو، جس سے دینی بات میں غلطی کا صدور ناممکن ہو، جس کی ہر دینی بات وحی ہو۔

حاکم صرف ایک ہے، یعنی اللہ تعالےٰ۔ اس کے بندوں پر صرف اسی کا حکم چلنا ہے، دوسروں کا نہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا حکم ہر بندے کے پاس براہِ راست نہیں پہنچتا بلکہ وہ اپنے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو منتخب کر لیتا ہے اور اس بندے کو اپنے تمام احکام سے مطلع فرماتا ہے۔ وہ بندہ اللہ تعالےٰ کے تمام احکام سے دوسروں کو مطلع کر دیتا ہے۔ ایسے بندے کو نبی یا رسُول کہتے ہیں۔ رسُول، اللہ تعالےٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت ہوتی ہے اس کی اطاعت عین اللہ تعالےٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:۔

(۱) مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (نسآء ـ ۸۰) جس نے رسُول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔

رسول خود اپنی اطاعت نہیں کراتا بلکہ اس کی اطاعت اللہ تعالےٰ کے حکم سے کیجاتی

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۲) وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (نساء ۔ ۶۴) کوئی رسول ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

کیونکہ اطاعت (جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں) صرف اللہ تعالےٰ کا حق ہے، لہذا بغیر اس کے حکم یا اجازت کے کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی شخص بغیر اللہ تعالےٰ کے حکم یا اجازت کے دوسرے کی اطاعت کرتا ہے تو گویا اس نے اس دوسرے شخص کو اطاعت میں اللہ تعالےٰ کا شریک بنا لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ اپنے کسی بندے کی اطاعت کو انسانوں پر فرض قرار دے۔ اگر بندے خود کسی کو اطاعت کے لئے منتخب کرلیں تو گویا وہ خود اِلٰہ بن بیٹھے، اللہ تعالےٰ کے حق رسالت پر خود قابض ہو گئے اور یہ شرک ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

(۳) اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام ۔ ۱۲۴) اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس کو عطاء فرمائے۔

لہذا وہ جس کسی کو رسالت عطاء فرماتا ہے اُسے نبی نوعِ انسان کا امام و مُطاع بنا دیتا ہے۔ امام بنانا لوگوں کا کام نہیں۔ جو لوگ رسُول کے علاوہ دوسروں کو اپنا مُطاع اور امام بنالیں، پھر انہی کی اطاعت کریں، انہی کے فتووں کو سندِ آخر سمجھیں وہ شرک فی الرسالت کے مرتکب ہوں گے۔

صرف رسول ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانوں کے لئے امام بنا کر بھیجا جاتا ہے رسُول کو رسالت یا امامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۴) اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرۃ ۔ ۱۲۴) (اے ابراہیمؑ) میں تمہیں لوگوں کے لئے امام بنا رہا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جانتے تھے کہ امام بنانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے لہذا وہ دُعاء فرماتے ہیں :۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ (البقرۃ ۔ ۱۲۴) (اے اللہ! میری اولاد میں سے بھی (امام بنانا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرہ ۱۲۴) (ہاں بناؤں گا لیکن) یہ وعدہ گنہگاروں کے لئے نہیں ہوگا۔

آیتِ بالا سے ثابت ہوا کہ امام بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ انسانوں کا۔ دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ امام گنہگار نہیں ہوتا بلکہ معصوم ہوتا ہے۔ لہٰذا جو معصوم ہوگا وہی امام ہوگا، جو معصوم نہیں وہ امام بھی نہیں۔ اور معصوم سوائے نبی کے اور کوئی نہیں ہوتا لہٰذا سوائے نبی کے اور کوئی امام نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور چند اور رسولوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

⑤ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ (الانبیآء ۔ ۷۳) ہم نے ان رسولوں کو امام بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے کی وحی کی تھی۔

اس آیت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبیوں کا ذکر فرمایا ہے اور اُن کے امام بنائے جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ امام بنانا اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ امام صرف رسول ہی ہوتے ہیں۔ رسول کے علاوہ اگر کسی دوسرے کو امام بنایا جائے تو یہ شرک فی الامامت ہے رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کو اپنے تمام اختلافات میں حَکَم ماننا اور اُس کے فیصلہ کو بلا چون وچرا تسلیم کرنا حقیقی ایمان ہے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے :۔

⑥ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (النسآء ۔ ۶۵) (اے رسول!) آپ کے ربّ کی قسم لوگ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ کو حَکَم نہ مان لیں اور جو فیصلہ آپ کریں اُس سے کسی قسم کی تنگی محسوس کریں بلکہ اُس کو برضا و رغبت تسلیم کرلیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام اختلافات میں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری سَنَد

ہیں جو لوگ اپنے معاملات میں کسی غیر نبی کو سند مانتے ہیں، اُس کے قول و فعل کو بلا چون و چرا اور بے دلیل تسلیم کرتے ہیں وہ گویا اس کو نبی کا درجہ دے دیتے ہیں۔ آیتِ بالا کی رُو سے ایسے لوگ مومن نہیں ہوسکتے۔

رسول ہی وہ ہستی ہے جس کی پیروی کرنے سے اللہ تعالےٰ محبّت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۷) قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (آلِ عمران - ۳۱)

(اے رسول!) کہہ دیجئے، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (میری پیروی کروگے تو) اللہ تم سے محبّت کریگا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا، اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنیوالا ہے۔

رسول ہی وہ ہستی ہے جس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت ملتی ہے۔ ارشادِ باری ہے :-

(۸) وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا (النور-۵۴) اگر تم رسول کی اطاعت کروگے تو ہدایت یاب ہو جاؤگے۔

(۹) وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (اعراف-۱۵۸) رسول کی پیروی کرو تاکہ تمہیں ہدایت مل جائے۔

کیا اللہ کی طرف سے ایسی سندیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے حق میں بھی وارد ہوئی ہیں؟ اگر نہیں تو بے سند شخص کیسے امام ہوسکتا ہے؟ کیسے اس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت مل سکتی ہے۔

رسول ہی وہ ہستی ہے جو اپنے منصب کے لحاظ سے اس بات کا حقدار ہے کہ وہ مُنزّل من اللہ شریعت کی تشریح و توضیح کرسکے، کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ تشریح و توضیح کرے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

(۱۰) وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ○ (النحل - ۴۴)

(اے رسول!) ہم نے یہ شریعت آپ پر (اس لئے) نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے نازل شدہ باتوں کی تشریح کر دیں اور لوگ (اپنی نجات کے متعلق) سوچ سکیں۔

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کے قول و فعل کی مخالفت کرنا فتنۂ عظیم اور عذابِ الیم کو دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

(۱۱) فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (النور - ۶۳)

ان لوگوں کو جو رسول کے قول و فعل کے خلاف چلتے ہیں ڈرتے رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کا طریقہ تمام مسلمین کے لئے ضابطۂ حیات ہے۔ یہی وہ نمونہ ہے جس کے مطابق بن کر لوگ اللہ تعالےٰ سے کوئی امّید رکھ سکتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے :۔

(۱۲) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ (احزاب - ۲۱)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کیلئے جو اللہ اور قیامت کی امّید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔

یہ نمونہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا، اللہ کے نمونہ کے علاوہ دوسرے نمونے بنانا خود کو اللہ تعالےٰ کے منصب پر فائز کرنا ہے، اور یہ شرک ہے۔

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کی ہر بات وحی الٰہی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشادِ گرامی ہے :۔

(۱۳) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم - ۳ و ۴)

رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کچھ کہتا ہے وحی ہوتی ہے۔

کیا یہ سند کسی کو حاصل ہے، اگر نہیں تو پھر کسی دوسرے کی بات کیسے سند ہو سکتی ہے؟

رسول ہی کی وہ ذات گرامی ہے جس کی ہر بات حق ہے، جو معصوم ہے، جو کبھی غلطی پر قائم نہیں رہتا۔ ارشادِ باری ہے :۔

(۱۴) اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ○ (النمل - ۷۹)

(اے رسول) بیشک آپ درخشاں حق پر قائم ہیں۔

کیا اللہ کی طرف سے یہ سند کسی اور کو ملی ہے؟ اگر نہیں ملی تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟ امام تو وہی ہو سکتا ہے جس کی ہر بات حق ہو۔

رسولؐ ہی وہ سراج منیر اور روشن چراغ ہے جس کی روشنی میں اللہ تعالےٰ کی

نازل کردہ شریعت کا مطالعہ ہوسکتا ہے۔ اگر یہ روشن چراغ نہ ہو تو پھر تاریکی میں نہ شریعتِ الٰہی کا مطالعہ ہوسکتا ہے نہ صراطِ مستقیم مل سکتی ہے۔ ظلمت میں سوائے ضلالت کے اور کیا مل سکتا ہے؟

انسانوں میں رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کا فیصلہ مل جانے کے بعد کسی مؤمن کو اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس معاملہ میں خود کوئی رائے دے یا کسی دوسرے کی رائے لے مؤمن کو رسول کے فیصلہ ہی پر عمل کرنا ہوگا اور بس۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

(۱۵) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا ○
(احزاب - ۳۶)

مؤمن مرد اور عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ اور رسول کسی معاملہ میں فیصلہ صادر فرمادیں تو پھر بھی انہیں اس معاملہ میں کسی قسم کا اختیار باقی رہے (کہ اس فیصلہ کے مطابق کریں یا نہ کریں) اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔

کیا یہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور انسان کو دیا گیا ہے، اگر نہیں دیا گیا تو پھر وہ امام کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ واجب الاتباع کیسے ہوسکتا ہے؟

کسی مؤمن کو اختیار نہیں کہ رسول کا فیصلہ سننے کے بعد کوئی اور بات کہے سوائے اس کے کہ "میں نے سنا اور میں اطاعت کروں گا" اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

(۱۶) إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَّقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○
(النور - ۵۱)

جب مؤمنین کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان کا قول سوائے اس کے اور کچھ نہ ہونا چاہیئے کہ "ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی۔" ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

کیا یہ منصب بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے کسی اور کو عطا ہوا ہے؟ یقیناً نہیں۔ اور جب یہ منصب کسی کو عطا نہیں ہوا تو پھر وہ واجب الاتباع کیسے ہوسکتا ہے، وہ امام کیسے ہوسکتا ہے؟

رسول ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر ہے! ارشادِ باری ہے:۔

(۱۷) اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (زخرف ۴۳) (اے رسول!) بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں۔

رسول ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ سیدھے راستہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱۸) وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (مؤمنون ۔ ۷۳) (اے رسول) بے شک آپؐ سیدھے راستہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

رسول ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ اس کی پیروی سے سیدھا راستہ مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱۹) وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (زخرف ۔ ۶۱) (اے رسول کہہ دیجئے) میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

یہ آیات اس بات کی کھلی سند ہیں کہ رسول صراطِ مستقیم پر ہے، رسول صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے، رسول کی پیروی صراطِ مستقیم ہے۔ بتائیے یہ سندیں اور ضمانتیں کسی اور کے پاس ہیں؟ نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو پھر وہ امام کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان کی بات آخری سند کیسے ہو سکتی ہے؟ ان کے فتوے اور قیاسات دین میں کس طرح شامل ہو سکتے ہیں؟

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کی ہر دعوت اور ہر پکار حیاتِ جاوداں بخشتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے:۔

(۲۰) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (انفال ۔ ۲۴) اے ایمان والو، جب اللہ اور رسول تمہیں ایسی بات کی طرف بلائیں جو تمہارے لئے حیات بخش ہو تو فوراً ان کی بات قبول کر لیا کرو۔

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کی پیروی نہ کرنا میدانِ محشر میں باعثِ حسرت و ندامت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے:۔

(۲۱) وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ روزِ محشر گنہگار اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا اور کہے

يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ گا اے کاش میں نے رسول کی پیروی کی ہوتی۔
(فرقان۔۲۷)

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کی پیروی سے رحمت ملتی ہے۔ اللہ عزّ وجلّ کا فرمان ہے:۔

(۲۲) رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ (اعراف ۱۵۶۔۱۵۷)

میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ یہ رحمت میں ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی وہ لوگ جو رسول کی پیروی کرتے ہیں۔

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، جو تقیہ نہیں کرتا، جو بے خوف وخطر حق کو بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

(۲۳) اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (احزاب۔۳۹)

جو لوگ اللہ کی رسالت کو پہنچاتے ہیں اور اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے (وہی آپ کے لئے نمونہ ہیں)

بھلا جو لوگ غیر اللہ سے ڈرتے ہوں، تقیہ کرتے ہوں، تقیہ کر کے حق کو چھپاتے ہوں وہ کیسے معصوم ہوسکتے ہیں؟ ان کی ہر بات کیسے حق ہوسکتی ہے؟ وہ کیسے امام ہوسکتے ہیں؟ امام تو درحقیقت وہی ہوسکتا ہے جو بے خوف وخطر اللہ کے احکام کی تبلیغ کرے اور کسی ملامت کرنے والے، طعنہ دینے والے کی پرواہ نہ کرے بلکہ اپنے مخالفین کو چیلنج دے کہ تم سب مل کر جو کچھ میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کر گذرو اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔

حضرت نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں:۔

(۲۴) اَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ (یونس۔۷۱)

تم اپنے تمام شرکاء کو جمع کرو پھر (میرے خلاف) جو کچھ کرنا چاہو سب مل کر اس کا فیصلہ کرو، تمہاری تدبیر کا کوئی گوشہ تم سے مخفی نہ رہ جائے پھر میرے خلاف (جو چاہو) کر گذرو اور مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔

حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں :۔

(۲۵) فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ (ھود ۔ ۵۵)
تم سب مل کر میرے خلاف جو تدبیر کرنی چاہو کرلو پھر مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو ۔

اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔

(۲۶) قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ (الاعراف ۔ ۱۹۵)
(اے رسول) آپ کہدیجئے کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ اور (سب مل کر) میرے خلاف جو تدبیر کرنی چاہو کرو، پھر مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو ۔

اس حکمِ الٰہی کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کو چیلنج دے دیا اور کسی قسم کا خوف محسوس نہیں کیا ۔

الغرض رسولوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کی گواہی ہے کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے ۔ وہ بے خوف وخطر ہر مسئلہ کو بیان کرتے ہیں خواہ مخالفین اس مسئلہ کو سن کر کتنے ہی غیظ وغضب میں آئیں ۔ اگر رسول ایسا نہ کریں تو حقِ رسالت ادا نہیں ہوگا جیسا کہ ارشادِ باری ہے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (مائدہ ۔ ۶۷)

جن علماء کو لوگوں نے خود امام بنا لیا ہے اور ان کی اطاعت کو واجب قرار دے لیا ہے اُن کے ایمان کے ثبوت میں بھی ان کے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں ۔ ہم صرف ان کے ظاہری عقائد واعمال کی بناء پر حسنِ ظن رکھتے ہیں کہ وہ مؤمن ہیں ۔ لیکن ان کے مؤمن ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کی تمام باتیں سو فیصدی صحیح ہوں گی؟ ان کی زبان سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلے گا، ان سے اجتہادی غلطی نہیں ہوگی ۔ وہ تقیّہ نہیں کریں گے ۔ خوف ومصلحت کی خاطر حق کو نہیں چھپائیں گے، نہ ہمارے پاس ان کے متعلق وحیِ الٰہی کی ایسی کوئی سَنَد ہے نہ خود ان اماموں کے پاس وحیِ الٰہی کی ایسی کوئی سَنَد ہے نہ اُن کے پاس وحی آتی ہے کہ ان کو غلطی سے بچائے تو پھر بتلایئے کہ ایسی صورت میں وہ امام کیسے ہوسکتے ہیں؟

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

(۲۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی

الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (محمد ۳۳) اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع مت کرو۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اطاعتِ رسول پر ہے۔ تمام اعمالِ حسنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نہ کئے جائیں باطل ہیں۔ کیا یہ حیثیت بھی کسی اور کو حاصل ہے؟ اگر نہیں تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۲۸) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران ۔ ۱۶۴)

یقیناً اللہ نے مومنین پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

کیا ایسی سند اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور کو حاصل ہے؟ کیا کسی دوسرے کی اتباع سے تزکیہ نفس ہونا یقینی ہے؟ کیا کسی اور شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس نے کتاب و حکمت کا جو مفہوم بتایا ہے وہ یقیناً صحیح ہے؟ اگر نہیں تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۲۹) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (نساء ۔ ۵۹)

اگر تم لوگوں میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔

کیا آپس کے اختلافات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی کوئی اور آخری سند مقرر کیا گیا ہے اگر نہیں تو پھر وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۳۰) اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۔ (نساء ۱۰۵)

(اے رسول!) ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان (اس طرح) فیصلہ کریں جس طرح اللہ آپ کو بتائے۔

کیا کسی اور کے فیصلے بھی اللہ کی رہنمائی میں صادر ہوتے ہیں؟ اگر نہیں تو ان کی بات کیسے سند ہو سکتی ہے؟

مندرجہ بالاآیات سے ثابت ہوا کہ صرف ایک ہی ایسی ہستی ہے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، جس کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ جس کا طریقہ واجب الاتباع ہے۔ جس کی ہر بات وحی ہے، جو خود ہدایت پر ہے اور ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے، جس کی اطاعت و اتّباع سے ہدایت ملتی ہے۔ جس کی پیروی سے ولایت ملتی ہے جس کے پاس ان تمام باتوں کے لئے وحی الٰہی کی سَنَد ہے اور وہ ہستی صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ تو پھر بتائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی اطاعت سے، کسی اور کو آخری سَنَد یا امام بنانے سے سوائے نقصان کے اور کیا مل سکتا ہے؟ یہ نقصان دو قسم کا ہوگا۔ ایک شرک فی الرّسالت یا شرک فی الامامت کا، دوسرا فرقہ بندی کا۔

شرک کسی قسم کا بھی ہو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا لہٰذا اس سے بچنا بڑا ضروری ہے، ورنہ نجات ناممکن ہے۔

فرقہ بندی اللہ تعالےٰ کا عذاب ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ صرف ایک متّفق علیہ امام کو امام مانا جائے۔ ایسا امام سوائے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اور کون ہوسکتا ہے؟ کوئی فرقہ ایسا نہیں جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو واجب الاتباع نہ مانتا ہو، اُن کی پیروی کو ذریعۂ نجات نہ سمجھتا ہو۔

ہمارا امام صرف ایک یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کوئی فرقہ وارانہ امام نہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

ہمارا دین صرف ایک ۔ یعنی اسلام

اللہ تعالیٰ ہمارا حاکم ہے ، اطاعت و عبادت صرف اُسی کا حق ہے۔ محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمارے امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ ہوتی ہے۔ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ، اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے واسطہ سے جو قانون ہمارے لئے بھیجا ہے اُس قانون کو دین کہتے ہیں اور اس دین کا نام اسلام ہے۔ ارشادِ باری ہے :۔

(١) رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدۃ ٣) میں نے تمہارے لئے جس دین کو پسند کیا وہ اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا نام اسلام رکھا اور اس اسلام کو اپنے تمام بندوں پر واجب العمل قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(٢) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ (آل عمران ۔ ١٩) بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اسلام کے علاوہ کسی اور دین یا قانون کے نفاذ کو پسند نہیں کرتا۔ جو لوگ اسلام کے علاوہ کسی اور دین یا قانون کو حق مانتے ہیں، اُس پر چلتے ہیں یا اُس کے متلاشی ہیں اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(٣) اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ○ (آل عمران ۔ ٨٣)

کیا ان لوگوں کو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش ہے حالانکہ آسمان و زمین والے سب طوعًا وکرھًا اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف ان سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

جو لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور قانون یا ضابطہ کی پیروی کرتے ہیں وہ آخرت میں سُرخرو نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

④ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (آل عمران۔ ۸۵)

جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا متلاشی ہوگا تو وہ دین اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانیوالوں میں سے ہوگا۔

اسلام کے معنیٰ اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

⑤ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا (الحج ۔ ۳۴)

تمہارا الٰہ صرف ایک ہے لہٰذا صرف اسی کیلئے اسلام لاؤ یعنی صرف اُسی کی فرمانبرداری کرو۔

اسلام کے معنیٰ سپرد کر دینے کے بھی ہیں۔ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو گویا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے، اب وہ اپنی خواہشات پر نہیں چلتا بلکہ اُس کی تمام حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کے اشارہ پر ہوتی ہیں۔ وہ آزاد نہیں ہوتا بلکہ احکامِ الٰہی کا پابند ہوتا ہے، اس کا تو پھر یہ قول ہوتا ہے :۔

⑥ مَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام ۔ ۱۶۲)

میری زندگی اور موت سب اللہ ربُّ العالمین کے لئے ہے۔

اسلام کے معنیٰ سر جھکا دینے یعنی سرِ تسلیم خم کر دینے کے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

⑦ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (البقرۃ ۔ ۱۱۲)

البتہ جو شخص اللہ کے لئے سرِ تسلیم خم کردے اور نیک کام کرتا رہے اُس کے لئے اس کے رب کے پاس (اچھا) بدلہ ہے۔

اسلام ہی ہدایت ہے اور اسلام پر چلنے ہی سے ہدایت ملتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

⑧ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ

(اے رسُول!) اگر یہ آپ سے جھگڑیں تو کہد یجئے کہ میں نے اور میرے متّبعین نے اللہ کے لئے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے اور (اے رسول!) آپ اہلِ کتاب اور ناخواندہ لوگوں سے پوچھئے، "کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟" اگر وہ اسلام قبول

بِالْعِبَادِ ○
(آل عمران - ۲۰)

کرلیں تو ہدایت یاب ہو جائیں گے اور اگر وہ (اسلام سے) منہ موڑیں تو آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے ۔

(۹) قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (الانعام - ۱۴)

(اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام قبول کروں ۔

اسلام ایک نعمت ہے اور یہ نعمت اُسی کو ملتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پانے کی توفیق مل جائے ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

(۱۰) فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (الانعام - ۱۲۵)

جس شخص کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اُسکے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے ۔

(۱۱) اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (الزمر - ۲۲)

جس شخص کے سینہ کو اللہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے تو پھر وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہوتا ہے ۔

آیاتِ بالا سے ثابت ہوا کہ اسلام نورِ ہدایت ہے ، یہ ہدایت اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے ۔ انسانوں کے افکار اور تصوّرات کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

(۱۲) فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (البقرہ - ۳۸)

(اے اولادِ آدم) جب کبھی میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

(۱۳) قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی ۔ (البقرۃ - ۱۲۰)

(اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی درحقیقت ہدایت ہے ۔

یہ ہدایت اسلام کی صورت میں نازل ہوئی ، اس کے نازل ہونے کے بعد اب کسی اور چیز کی پیروی میں گمراہی کے سوا اور کیا مل سکتا ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے نازل کردہ قانون (یعنی اسلام) کی پیروی کو فرض کر دیا اور دوسروں کی پیروی کو حرام کر دیا ۔ ارشادِ باری ہے :-

(۱۴) اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ

(اے لوگو!) جو چیز تمہارے رب کی طرف سے تمہاری

وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ (الاعراف ـ ۳) | طرف نازل ہوئی ہے (صرف) اُس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی نہ کرو۔

جو ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اُسے کامل بھی کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

(۱۵) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدۃ ـ ۳) | آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

اے ایمان والو! اس آیت پر غور کیجئے، سوچئے کہ آپ کا دین کامل ہے یا نہیں؟ کیا اس میں کوئی کمی ہے، یا اس میں کوئی نقص ہے؟ اگر اس دین میں کوئی کمی یا نقص ہے تو پھر دین کامل نہیں ہو سکتا۔ آپ یقیناً اس دین کو کامل ہی سمجھتے ہوں گے۔ پھر سوچئے کہ یہ دین کس دن کامل ہوا تھا؟ آپ یہی کہیں گے کہ اُس دن کامل ہوا تھا جس دن مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تھی۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تقریباً تین مہینے پہلے نازل ہوئی تھی، گویا دینِ اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کامل ہوا تھا۔ پھر آپ سوچئے کہ وہ کیا چیزیں تھیں جن میں یہ دین کامل ہوا تھا؟ یقیناً وہ دو ہی چیزیں تھیں۔ ایک قرآن مجید اور دوسری حدیث شریف۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اسلام صرف قرآن و حدیث کے اندر محفوظ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہیے کہ اسلام، قرآن و حدیث کا نام ہے۔ ان ہی دو چیزوں میں اسلام مکمل ہوا تھا۔ تیسری کوئی چیز اس دین میں نہ اُس وقت شامل تھی اور نہ اب شامل ہو سکتی ہے۔ تیسری چیز اس دین میں اُسی وقت شامل ہو سکتی ہے جب اس دین کو ناقص مانا جائے، لیکن یہ عقیدہ قرآن مجید کے خلاف ہے لہٰذا کفر ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اسلام کامل دین ہے لہٰذا اب اس میں نہ کسی کے اجتہاد و قیاس کو داخل کرنے کا سوال پیدا ہو سکتا ہے اور نہ کسی نیک کام کو شامل کرنے کا جو پہلے سے اس میں موجود نہ ہو۔ یعنی اسلام میں رائے اور بدعتِ حسنہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

قارئین کرام، اسلام کو کامل مان لینے کے بعد اب آپ ذرا اپنی حالت کا بھی جائزہ لیجئے، کیا آپ کا دین وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا؟ کیا آپ کا دین قرآن و حدیث کے اندر ہی محفوظ و محصور ہے یا قرآن و حدیث کے علاوہ بھی بعض چیزوں کو آپ نے دین شمار کر رکھا ہے؟

اگر آپ اس دین کو قرآن و حدیث کے اندر ہی محفوظ و محصور مانتے ہیں تو پھر آپ فرقوں میں کیوں بٹے ہوئے ہیں؟ سب کا دین ایک کیوں نہیں ہوتا؟ کیا اسکی وجہ یہ تو نہیں کہ آپ نے سرچشمۂ ہدایت سے آگے بڑھ کر کسی اور چیز کو بھی ہدایت سمجھ رکھا ہے؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ نے ائمہ اور علماء کے فتوؤں اور اجتہادات کو بھی دین سمجھ رکھا ہے؟ یہی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کو اُن کا تابع کر دیا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے قانون کو انسانوں کی رائے کا تابع کیا جا سکتا ہے؟ کیا یہ کفر نہیں ہے؟

کیا آپ نے کبھی مذہبی دنیا کا جائزہ لیا؟ یہ تو ضرور ہے کہ بعض فرقے بعض فرقوں کو گمراہ سمجھتے ہیں لیکن بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کو حق پر سمجھتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ ان چار یا پانچ فرقوں کے فرقہ وارانہ مذاہب میں سے ہر ایک اسلام ہے یا ان فرقہ وارانہ مذاہب کا مجموعہ اسلام ہے؟ ظاہر ہے کہ دوسری بات کا تو آپ بڑی آسانی سے انکار کر دیں گے اس لئے کہ اس کو مان لینے کے بعد تو کسی مذہب میں بھی پورا اسلام نہیں ہوگا۔ اسلام کا ایک جُز ہی ہوگا اور یہ بات کسی کو منظور نہیں ہوگی کہ وہ اپنے مذہب کو کامل اسلام نہ سمجھے۔ رہ گئی پہلی صورت، یعنی ان میں سے ہر ایک اسلام ہے، تو پھر ایک اور مشکل پیش آئیگی۔ وہ یہ کہ ان فرقہ وارانہ مذاہب میں بے حد اختلاف ہے، حلال و حرام کا فرق ہے۔ ایک ہی چیز ایک مذہب میں حلال ہے تو دوسرے میں حرام ہے اور آپ کہتے ہیں کہ چاروں حق پر ہیں، یعنی چاروں فرقہ وارانہ مذاہب یا مسالک اسلام ہیں۔ سوچئے کیا ہر ایک کو اسلام ماننے کے بعد یہ نتیجہ نہیں نکلے گا کہ ایک اسلام کے کئی اسلام ثابت ہو جائیں گے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ صحیح صورت ہے؟ ہرگز نہیں، ایک نو مسلم اس بات سے کتنا پریشان ہوگا جبکہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ یہ تمام مذاہب یا مسالک ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہوئے بھی اسلام ہیں۔ اگر کسی مذہب میں کوئی چیز حلال ہے تو وہ اسلام ہے، اگر دوسرے مذہب میں وہی چیز حرام ہے تو وہ بھی اسلام ہے۔ ایں چہ بو العجبیست۔ اس کے مقابلہ میں اگر اُس نو مسلم سے یہ کہہ دیا جائے کہ "بس جو کچھ قرآن و حدیث میں ہے، وہ اسلام ہے۔" تو یہ بات اس کے لئے کتنی سکون بخش ہوگی۔

قارئین کرام غور کیجئے، آخر ان مذاہب کے بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ فتوؤں کو دین میں داخل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا قرآن و حدیث میں کامل اسلام نہیں تھا؟ اگر نہیں تھا تو یہ ماننا پڑیگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا اسلام ناقص تھا (نعوذ باللہ من ذٰلك) ان فتوؤں نے ایک اسلام

کےکئی اسلام بنادئے ان کی وجہ سے یہ امت کئی فرقوں میں تقسیم ہوگئی۔ اللہ اور اُس کے رسول نے جس بات کی سختی سے ممانعت کی تھی، امت اسی پہ کاربند ہوگئی۔ پھر جو نقصان ہوا وہ ظاہر و باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

(۱۶) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران - ۱۰۳)

اللہ کی رسّی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑلو اور فرقہ فرقہ نہ بنو۔

اللہ کی رسّی یقیناً اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے جو اُس نے نازل فرمائی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ صرف قرآن و حدیث کے اندر محفوظ ہے۔ لہٰذا صرف قرآن و حدیث کو دین ماننے کے بعد ہی ہم سب ایک ہو سکتے ہیں اور فرقہ بندی سے بچ سکتے ہیں۔

اہلِ کتاب بھی کئی فرقے ہو گئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے مؤمنوں کو اُن کی روش سے ہوشیار کرکے فرقہ بندی کی ممانعت فرمائی تھی، ارشاد باری ہے :-

(۱۷) وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (آل عمران - ۱۰۵)

(اے ایمان والو!) تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو فرقہ فرقہ ہوگئے اور واضح دلائل آنے کے بعد بھی اپنے اختلافات پر اڑے رہے۔ ایسے لوگوں کے لئے عذابِ عظیم ہے۔

دوسری جگہ پھر اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کی غلط روش کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :-

(۱۸) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (بیّنۃ - ۴ - ۵)

اہلِ کتاب دلیل آجانے کے بعد بھی متفرق رہے (یعنی اپنے اپنے مذہب پہ جمے رہے) حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو خالص اللہ کیلئے مانتے ہوئے صرف اللہ کیلئے ہو جائیں۔

قارئین کرام سوچیئے، کیا یہی صورت موجودہ فرقوں میں نہیں پائی جاتی؟ کیا قرآن و حدیث کے ٹھوس دلائل مل جانے کے بعد بھی ہر فرقہ کے لوگ اپنے اپنے مذہب پر جمے نہیں رہتے؟ غور کیجئے کیا یہ فعل آیتِ بالا کی رُو سے شرک نہیں؟ کاش ان لوگوں میں اختلاف نہ ہوتا اور اگر ہو گیا تھا تو واضح دلیل مل جانے کے بعد اُسے ختم کر دیتے، کاش اس اختلاف کو بنیاد بنا کر فرقہ نہ بناتے، اصول ایک ہی مانتے یعنی صرف قرآن و حدیث ہی کو دین سمجھتے۔

جب آیت یا حدیث ملجاتی تو اُس کی روشنی میں اپنے آپ کو موڑ لیتے ، آیت یا حدیث کو نہ موڑتے ، اپنے اختلاف کی خاطر قرآن و حدیث سے صرفِ نظر نہ کرتے ۔ نہ قرآن و حدیث کو اپنے مذہب کا تابع بناتے ۔ اے کاش ایسا ہوتا تو یہ فرقہ بندی کی لعنت کبھی مسلط نہ ہوتی ، اللہ تعالیٰ کا راستہ ایک تھا ، ہم صرف اُسی پر چلتے تو ایک رہتے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱۹) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الانعام ۔ ۱۵۳)

یہ میرا سیدھا راستہ ہے ، اس پر چلتے رہو اور (خبردار!) دوسرے راستوں پر نہ چلنا ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے ۔

(۲۰) فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا (الروم ۳۰)

دین (اسلام) پر یک سُو ہو کر قائم رہو ۔

یعنی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی طرف متوجہ نہ ہو ، ہماری تمام توجہ کا مرکز صرف اسلام ہو یعنی صرف قرآن و حدیث پر یک سُو ہو کر عمل کرو ۔ فرقہ بندی سے بچو ، فرقہ بندی بہت بری چیز ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۲۱) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ (الانعام ۔ ۱۵۹)

جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور فرقہ فرقہ بن گئے (اے رسول!) آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ۔

فرقہ بندی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے اور یقیناً اسے ہر شخص ناپسند کریگا لیکن اسکی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ وہی شخص جو فرقہ بندی سے بیزار ہے کیوں ان موجودہ فرقوں سے الگ نہیں ہوتا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

(۲۲) وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ○ (المؤمنون ۔ ۵۲)

یہ تمہاری جماعت حقیقتاً ایک ہی جماعت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں لہٰذا مجھ سے ڈرتے رہو ۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ایک جماعت دیکھنا چاہتا ہے تو پھر کیوں نہ ہم ایک جماعت بن جائیں؟ فرقے فرقے بنالینا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو ہم کو اس سے بیزار ہونا چاہیئے ۔

قارئین کرام ! سوچیئے اختلاف اور فرقہ بندی کو ختم کرنے کی کیا صورت ہے ۔ اگر آپ سنجیدگی سے غور کرینگے تو آپ خود اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس کی بس ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنا دین صرف اسلام کو مانیں ، فرقہ وارانہ مذاہب سے کنارہ کش ہو جائیں ۔ اسلام پر عمل کرنے کیلئے صرف قرآن و حدیث کی طرف رجوع کریں ، جو چیز قرآن و حدیث میں نہ ہو اس پر رائے زنی نہ کریں ، نہ رائے زنی ہوگی نہ اختلافات ہونگے ۔ جماعت المسلمین یہی دعوت لیکر کھڑی ہوئی ہے ۔ اُٹھیئے ، جماعت المسلمین کی دعوت قبول کیجئے اور اُس کے ساتھ تعاون فرمائیے ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہمارا نام صرف ایک - یعنی مُسلم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا (ع - ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی تمہارا نام مُسلم رکھا ہے۔

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اپنے ماننے والوں کا نام مسلم رکھا۔ گویا آدم علیہ السّلام لے کر حضرت محمد رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تک جتنے بھی نبی آئے وہ سب مسلم کہلاتے تھے اور اُن پر ایمان لانیوالے بھی مسلم ہی کہلاتے تھے۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہمُ السّلام کے سلسلہ میں لفظ مسلم بار بار استعمال ہوا ہے۔

حضرت نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ، اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ، اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (یونس ۷۱، ۷۲)

(اے رسول) ان کو نوح (علیہ السّلام) کا حال سنایئے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم، اگر میرا منصب اور اللہ کی آیات کے ذریعہ میری نصیحت تم پر گراں گذرتی ہے تو میں اللہ پر توکّل کرتا ہوں، تم اپنے تمام شرکاء کو جمع کرو، پھر (میرے خلاف) جو کچھ کرنا چاہو سب مل کر اس کا فیصلہ کرو تمہاری تدبیر کا کوئی گوشہ تم سے مخفی نہ رہ جائے، پھر (اس متفقہ تدبیر کے مطابق) میرے خلاف (جو چاہو) کر گذرو اور مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔ پھر (اس چیلنج کے بعد بھی) اگر تم منہ موڑو تو میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میری اُجرت تو اللہ کے ذمّہ ہے۔ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمین میں سے ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مسلم تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۲) مَاکَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ (آل عمران ۶۷)

ابراہیم (علیہ السّلام) نہ یہودی تھے، نہ عیسائی بلکہ وہ تو ایک اللہ کے ماننے والے مسلم تھے۔ وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور حضرت یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے بیٹوں کو وصیّت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

(۳) فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (البقرہ - ۱۳۲)

تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام، ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور حضرت اسحٰق علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سب مسلم تھے۔ حضرت لوط علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی قوم پر عذاب نازل کیا گیا۔ عذاب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اس بستی سے بخیر و عافیت باہر نکال لیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۴) فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (ذاریات - ۳۶)

ہمیں اس بستی میں کوئی مسلم گھر نہ ملا سوائے ایک گھر کے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مسلم تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے والد بزرگوار کے ساتھ مل کر اس طرح دعاء کرتے ہیں :-

(۵) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ (بقرہ ۱۲۸)

اے ہمارے رب ہم کو اپنا مسلم بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا مسلم بنا۔

حضرت یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی وفات کے وقت ان کے تمام صاحبزادے بہ یک زبان کہتے ہیں :-

نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرہ - ۱۳۳)

ہم تو صرف اللہ کے مسلم ہیں۔

حضرت یوسف علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اِس طرح دُعاء کرتے ہیں :-

(۶) تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ (یوسف ۱۰۱) — اے رب مجھے اس حالت میں موت دے کہ میں مسلم ہوں اور مجھے صالحین کی رفاقت عطاء فرما۔

حضرت موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۷) وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ○ (یونس ۸۴) — موسیٰ (علیہ السّلام) نے (اپنی قوم سے) کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو اور مسلم بن گئے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے مقابلہ کرنے والے جادوگر جب مسلم ہوتے تو فرعون نے انہیں پھانسی دینے کی دھمکی دی، فرعون کی دھمکی سُن کر اُن اللہ کے بندوں نے اس طرح دُعاء کی :-

(۸) رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ○ (اعراف ۱۲۶) — اے ہمارے رب ہمیں صبر عطاء فرما اور ہمیں اس حالت میں موت دے کہ ہم مسلم ہوں۔

حضرت سُلیمان علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ملکۂ سبا کو خط لکھا، اُس خط میں انہوں نے تحریر فرمایا :-

(۹) اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ○ (نمل ۳۱) — میرے ساتھ سرکشی نہ کرو اور مسلم بن کر میرے پاس آجاؤ۔

ملکۂ سبا نے فرمایا :-

(۱۰) اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (نمل ۴۴) — میں سُلیمان (علیہ السّلام) کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مسلم ہوگئی۔

حضرت عیسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱۱) فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ، قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ اٰمَنَّا — جب عیسٰی (علیہ السّلام) نے اپنی قوم میں کُفر (کے رجحان) کو محسوس کیا تو کہا کون اللہ کے راستہ میں میرا مددگار ہے، حواریوں نے کہا ہم اللہ

بِاللّٰہِ وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران - ۵۲)

(راستہ میں آپ کے) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السّلام پر ایمان لانے والوں کا ایک ہی نام تھا اور وہ نام مسلم تھا۔ بعد میں انہوں نے اس نام کو بدل دیا۔ کسی نے یہودی یا بنی اسرائیل نام رکھ لیا اور کسی نے عیسائی، علیٰ ہٰذا القیاس تمام اُمتوں نے اللہ کا رکھا ہوا نام بدل دیا اور جب رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو گذشتہ اُمتوں میں دنیا کے کسی گوشہ میں ایک متنفس بھی ایسا نہیں تھا جو اپنے آپ کو مسلم کہلواتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایمان لانے والوں کا پھر وہی نام رکھا۔ قرآن مجید میں بار بار اس بات پر زور دیا کہ ایمان والوں کا نام مسلم ہی ہونا چاہیئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱۲) وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (زمر - ۱۲)

(اے رسُول) آپ کہہ دیجئے "مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلم بنوں۔"

دوسری جگہ ارشادِ باری ہے :-

(۱۳) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (انعام ۱۶۲، ۱۶۳)

(اے رسُول) آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بھی بار بار اسی نام کے اعلان کرنے کا حکم دیا۔

(۱۴) نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (بقرہ ۱۳۶)

(اے اہل ایمان، کہہ دو کہ) ہم تو صرف اللہ کے مسلم ہیں۔

ایمان والوں کو خوش خبری دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱۵) یٰعِبَادِ لَاخَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

(قیامت کے دن میں کہوں گا) اے میرے بندو!

وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ○ (زخرف ۶۸، ۶۹) آج تم کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوگے (یہ بات اُن لوگوں سے کہی جائے گی) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور مسلم تھے۔

مسلم اور مجرم کو ایک دوسرے کی ضد قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱۶) اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ ○ (قلم) کیا ہم مسلمین کو مجرمین کے مانند قرار دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلم نام صرف ایمان والے انسانوں کا ہی نہیں رکھا بلکہ جو جنات ایمان لائے تھے وہ بھی اپنے کو مسلم ہی کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنات آپس میں باتیں کرتے ہوئے اس طرح کہتے ہیں:

(۱۷) وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ○ (جن ۱۴) ہم میں سے بعض مسلم ہیں اور بعض ظالم ہیں تو جن لوگوں نے اسلام قبول کیا انہوں نے بھلائی کا ارادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا :-

(۱۸) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران ۱۰۲) اے ایمان والو، اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

حکمِ رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے جاہلیت کی پکار پکاری وہ اہل دوزخ میں سے ہے"۔ ایک شخص نے پوچھا "اے اللہ کے رسول، اگر وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے۔" پھر فرمایا "فَادْعُوْا بِدَعْوَی اللّٰهِ الَّذِیْ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ عِبَادَ اللّٰهِ" لہٰذا (مسلمین کو) اس ہی لقب سے پکارو جس لقب سے اللہ نے، جس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے، پکارا ہے یعنی مومنین، اللہ کے بندے۔ (رواہ الترمذی فی ابواب الامثال وصحح) ۔ اللہ اللہ! جب القاب تک بدلنے کی اجازت نہیں تو نام بدلنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ لیکن افسوس کہ لوگوں نے نام بدل ڈالا اور پھر اس پر فخر بھی کر رہے ہیں۔ بتایئے کیا آپ اپنے آپ کو صرف مسلم کہنے کے لئے تیار ہیں؟

ہمیں امید ہے کہ آپ ضرور اس کے لئے تیار ہوں گے۔ بہرحال اِشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران ۶۴) آپ گواہ رہیئے کہ ہم تو مسلم ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہماری محبّت کی بنیاد صرف ایک ـــــ یعنی اللہ تعالےٰ

محبّت کی بنیادیں مختلف ہوا کرتی ہیں۔ کبھی محبّت کی بنیاد رشتہ داری ہوتی ہے، کبھی دولت ہوتی ہے، کبھی خوبصورتی ہوتی ہے، کبھی قومیّت ہوتی ہے، کبھی وطنیت ہوتی ہے اور کبھی محبّت کی بنیاد صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ ۱۶۵) مؤمن سب سے زیادہ محبّت اللہ سے کرتے ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مؤمن درحقیقت وہ ہے جو سب سے زیادہ محبّت اللہ تعالیٰ سے کرے اور جو شخص سب سے زیادہ محبّت اللہ تعالیٰ سے نہیں کرتا وہ مؤمن نہیں۔ مؤمن کا سب سے بڑا محبوب اللہ تعالیٰ ہونا چاہیئے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۲) قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؀ (التوبہ ۔ ۲۴)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اپنے آباء واجداد، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان، مال جو تم نے کمایا ہے، تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے رہتے ہو، اور تمہارے پسندیدہ مکانات، اللہ، اس کے رسول اور اللہ کے راستہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر اللہ کے حکم (یعنی عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ مؤمن کو سب سے زیادہ محبّت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے۔ لہٰذا ان تمام وجوہ سے جن کی بنیاد پر کسی سے محبّت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبّت کرنے کی وجہ سب سے زیادہ اشد اور عظیم ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی اللہ والے سے محبّت نہیں کرتا تو اس کا منطقی اور لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے محبّت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبّت کرنے اور اللہ والوں سے محبت کرنے ہی سے ایمان کی مٹھاس مل سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔ "تین چیزیں جس شخص میں ہوں اُس نے ایمان کی مٹھاس پالی (۱) جس کے

نزدیک اللہ اور اُس کا رسول تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو (۲) جو کسی بندے سے محبّت کرے تو صرف اللہ کے لئے محبّت کرے (۳) اور جو کفر میں واپس جانے کو اس کے بعد کہ اللہ نے اُسے کفر سے نجات دیدی ہو اتنا برا سمجھے جتنا برا کہ وہ آگ میں ڈالے جانے کو سمجھتا ہے۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الایمان)

جس طرح محبّت اللہ کے لئے ہونی چاہیئے اسی طرح بغض بھی اللہ کے لئے ہونا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

(۳) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (المجادلہ ۔ ۲۲)

تم ایسی کوئی قوم نہیں پاؤ گے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کے باوجود ایسے لوگوں سے محبّت کرے جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں خواہ وہ اُن کے آباء و اجداد یا بیٹے یا بھائی یا برادری ہی کے لوگ کیوں نہ ہوں، ایسے ہی لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو پیوست کر دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی مدد کی ہے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہونگے، یہی اللہ کا لشکر ہے اور خبردار ہو جاؤ بے شک اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے ایمان والوں کو بھی اسے اپنا دشمن سمجھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (التوبہ ۔ ۲۳)

اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان سے زیادہ کفر کو پسند کریں تو اُن کو دوست نہ بناؤ اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست بنائے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ

اے ایمان والو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کو محبّت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ اس حق کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے۔

مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ ـ ۱)

آگے فرمایا :-

وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ (الممتحنہ ـ ۱) اور جو کوئی تم میں سے ایسا کریگا تو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔

ایمان باللہ کا تقاضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبّت کی جائے، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض رکھا جائے اور جو شخص اللہ تعالےٰ کیلئے بغض نہیں رکھتا وہ آیاتِ بالا کی رُو سے ظالم ہے، گمراہ ہے۔ ایسے لوگوں کو متنبّہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۶) لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (الممتحنہ ـ ۳) قیامت کے روز تمہارے رشتے اور تمہاری اولاد تمہیں ہرگز (کسی قسم کا) فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ محبّت اور بغض کی بنیاد اللہ تعالیٰ ہے۔ جو اللہ کا ہے اس سے ہمیں محبّت ہونی چاہئے جو اللہ کا نہیں ہے اس سے ہمیں للّٰہی بغض ہونا چاہئے۔ جس شخص کا جتنا زیادہ تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوگا اتنی ہی زیادہ محبّت کا وہ حقدار ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ تعلق رسول کو ہوتا ہے لہٰذا ہمیں بھی مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت رسول سے ہونی چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :- "تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اُس کے باپ، اس کے لڑکے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۷) اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب ـ ۶) مؤمنین کو چاہئے کہ نبی کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر درجہ بدرجہ تمام رسولوں اور مؤمنین سے محبّت ہونی چاہئے۔ مؤمن سے محبّت کیوں کی جائے؟ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اسی تعلق کا تقاضہ ہے کہ ہم اس سے محبّت کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۸) وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (التوبہ ـ ۷۱) مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔

ہمیں ہر مؤمن سے ایسی محبّت ہونی چاہئے جیسی محبّت اپنے بھائی سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ

فرماتا ہے :-

(۹) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات - ۱۰) یقیناً مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :- "ایک مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے"۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

مؤمنین کا آپس میں ایک دوسرے کا بھائی بن جانا یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱۰) وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (آل عمران - ۱۰۳)

اللہ کی نعمت کو یاد کرو، ایک وہ وقت تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈالدی پھر تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

آپس میں ایک دوسرے کا بھائی بن جانا یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ زمین کی تمام دولت خرچ کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتی ، یہ اسلام ہی کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کے دل میں محبت ڈال دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱۱) لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٥ (الانفال - ۶۳)

(اے رسول !) اگر آپ زمین کی تمام دولت بھی خرچ کرتے تو ان میں محبت پیدا نہ کرسکتے ۔ لیکن اللہ نے ان میں محبت پیدا کردی ۔ بیشک اللہ غالب ،حکمت والا ہے ۔

جب ایک مسلم کا دوسرے مسلم سے محبت کرنا ، اس کو اپنا بھائی سمجھنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہوئی تو کوئی مسلم اس نعمت سے محروم رہنا پسند نہیں کریگا اور جب یہ بات ہے تو اے ایمان والو! محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بغض نکال دو، محض اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرو، اللہ تعالیٰ ہی کا رشتہ مضبوط رشتہ ہے ، یہی رشتہ قیامت کے دن بھی کام آئے گا ۔ اس کے علاوہ تمام رشتے اور دوستیاں کام نہ آئیں گی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱۲) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ٥ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ٥ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ٥ (عبس - ۳۴ تا ۳۶)

اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے ، اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔

اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے ، ہمیں بھی متقیوں سے محبت کرنی چاہیئے ، یہ محبت کبھی منقطع نہیں ہوگی ، یہ حقیقی دوستی ہے جو کبھی دشمنی میں تبدیل نہیں ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱۳) اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۝ (الزخرف ۔ ۶۷)

قیامت کے دن سب دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے متقیوں کے (وہ اس دن بھی ایک دوسرے سے محبت کریں گے) ۔

میدان محشر میں بہت سخت گرمی ہوگی ، لوگوں کو اتنا پسینہ آئے گا کہ کوئی اپنے پسینہ میں ٹخنوں تک ، کوئی گھٹنوں تک ، کوئی کمر تک ڈوب جائے گا ، کسی کا پسینہ منہ تک پہنچ جائے گا لیکن وہ دو آدمی سایہ میں ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے ۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔ " سات (قسم کے) آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اپنے سایہ میں جگہ دیگا ، اُس دن اللہ کے سایہ کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا ..... وہ دو آدمی (بھی اس سایہ میں ہوں گے) جو آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کیلئے محبت کرتے تھے ۔ اکٹھے ہوتے تھے تو اسی محبت پر ، جدا ہوتے تھے تو اسی محبت پر (یعنی حاضر ہوں یا غائب یہ محبت بدستور قائم رہتی تھی) ۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔ " بیشک (اللہ کے لئے) آپس میں محبت کرنے والوں کے بالاخانے جنّت میں اس طرح دکھائی دیں گے جس طرح مشرق یا مغرب میں طلوع ہونے والا ستارہ دکھائی دیتا ہے ۔ " لوگ پوچھیں گے وہ کون لوگ ہیں (جو ان بالاخانوں میں مقیم ہیں) جواب ملے گا :۔ " یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ عزّ وجلّ کے لئے آپس میں محبت کرتے تھے ۔ " (مسند احمد ، رجالہ ثقات ۔ بلوغ الامانی جزء ۱۹ صـ ۱۵۷ وسندہ صحیح) ۔

رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :۔ " اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کی مجلس اور قُربِ الٰہی کو دیکھکر انبیاء (علیہ السّلام) اور شہداء رشک کریں گے ۔ " ایک شخص نے کہا ، " اے اللہ کے رسولؐ! ان کی صفت کیا ہوگی ؟ " رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، " وہ لوگ غیر معروف اور اپنے قبیلہ سے دور اور اجنبی ہوں گے ان میں آپس میں کوئی قریبی رشتہ نہیں ہوگا ، وہ آپس میں ایک دوسرے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتے ہوں گے اور اسی محبت پر وہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے ، قیامت کے دن اللہ انہیں نور کے منبروں پر بٹھائے گا اور ان کے چہروں اور کپڑوں کو بھی نورانی کردیگا ۔ قیامت کے دن تمام لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہوگی لیکن لوگوں پر کوئی گھبراہٹ طاری نہیں ہوگی ۔ یہ لوگ

اللہ کے ولی ہوں گے انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (مسند احمد، عن ابی مالکؓ فتح ربانی جزء ۳ صفحہ ۱۵۲ وجزء ۱۹ صفحہ ۱۵۸، حسنہ المنذری وصححہ الحاکم)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ "میری محبت اُن لوگوں کے لئے لازم ہوگئی جو میرے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔" (موطا امام مالک صفحہ ۳۷۳ و سندہ صحیح)

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبّت کرنا بہت ضروری ہے۔ مسلم کا سب سے بڑا محبوب اللہ تعالیٰ ہے، تو پھر ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لئے محبّت دوسری تمام محبّتوں سے بالاتر ہونی چاہیئے۔ یہی وہ محبّت ہے جو ہمیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیگی، ہم ایک ہوجائیں گے، ایک دوسرے پر اپنی جان چھڑکیں گے، دوسروں کی تکلیف ہم پر شاق گزرے گی، ہم اُس کو حتی الوسع دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ "تم دیکھو گے کہ مؤمن آپس میں ترحّم، محبّت اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند ہیں، جب (بدن کے) کسی عضو میں (درد وغیرہ کی) شکایت ہوتی ہے تو بدن کے باقی اعضاء ایک دوسرے کو بلاتے ہیں (تاکہ وہ بھی شریکِ الم ہوں اور سب مل کر اس عضو کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کریں، پھر ہوتا یہ ہے کہ) نیند نہیں آتی، بخار چڑھ جاتا ہے (اور سارا بدن بے چین ہوجاتا ہے)۔" (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

پس اگر ایک مؤمن پر کوئی مصیبت آئے تو تمام ایمان والوں کو اس کی مصیبت میں شریک ہونا چاہیئے، ایک مؤمن کی تکلیف پوری اُمّتِ مسلمہ کی تکلیف ہونی چاہیئے، اسی طرح معاشرہ میں سکون و راحت کی ہوائیں چلیں گی، اخوّت، ہمدردی اور مواسات کی گھنگھور گھٹائیں فضائے عالم پر چھا جائیں گی، ہم ایک دوسرے کی قوت کا سبب ہوں گے، ہماری قوّت بے پناہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ "ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے ایسا ہے جیسے ایک عمارت، کہ اس کا بعض حصّہ بعض حصّہ کو تقویت دیتا ہے، پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں (اور یہ بتایا کہ جس طرح ایک انگلی دوسری انگلیوں کی قوّت کا سبب ہے اسی طرح ایک مؤمن دوسرے مؤمنین کی قوّت کا سبب ہے، اگر ایک فرد بھی الگ ہوجائے تو قوّت میں کافی فرق پڑ جائے گا)" (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

جماعت المسلمین کی دعوت یہی ہے کہ ہم سب ایک ہوجائیں، ایک اللہ کو حاکم مانیں، صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا امام مانیں، صرف اسلام کو دین مانیں، صرف قرآن وحدیث پر عمل کریں، اپنے آپ کو صرف مسلم کہیں، اللہ کیلئے آپس میں ایک دوسرے سے محبّت کریں اور اس محبت کو تمام محبّتوں پر ترجیح دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہمارے فخر کا سبب صرف ایک —— یعنی ایمان

فخر کے اسباب بہت سے ہوسکتے ہیں، مثلاً نسب، وطن، زبان، قابلیت، طاقت، سیاست، اقتدار، حُسن، لیکن فخر کے یہ تمام اسباب فانی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی آخرت میں کام آنیوالا نہیں۔ آخرت میں کام آنے والی چیز صرف ایمان ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس پر ایک مسلم کو فخر کرنا چاہیئے۔ اسی کی بنیاد پر معاشرہ کی تشکیل کرنی چاہیئے، اسی کی بنیاد پر محبّتوں کو استوار کرنا چاہیئے۔

عزّت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ ہے۔ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے :۔

(۱) اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (النسآء۔۱۳۹) بیشک تمام عزّت اللہ کے قبضہ میں ہے۔

تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ کے بمصداق اللہ ہی عزّت دیتا ہے، اللہ ہی ذلّت دیتا ہے۔ اگر ہمارا اللہ تعالیٰ پر واقعی ایمان ہے تو یقیناً وہ ہمیں عزّت دیگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۲) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا (فاطر۔۱۰) جو شخص عزّت کا طلب گار ہے تو عزّت تو سب اللہ کی ہے (وہ جس کو چاہے گا عزّت دیگا)

(۳) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون۔۸) عزّت اللہ کے لئے ہے، اُسکے رسول کیلئے ہے اور مؤمنین کے لئے ہے۔

آیتِ بالا سے واضح ہوا کہ ایمان ہی درحقیقت عزّت ہے، لہٰذا قابلِ فخر چیز صرف ایمان ہی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۴) جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرۃ۔۱۴۳) ہم نے تمہیں اُمّتِ وسط بنایا۔

اے ایمان والو! ایمان ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہترین امّت کا خطاب دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۵) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران۔۱۱۰) (اے ایمان والو!) تم بہترین امّت ہو، تمہیں لوگوں (کی اصلاح) کے لئے پیدا کیا گیا ہے، تم لوگوں کو نیک کام کا حکم دیتے ہو، بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اے ایمان والو! یہ ایمان ہی ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے

(٦) هُوَ اجْتَبٰكُمْ (الحج - ۷۸)
تم کو (اقوامِ عالم میں) منتخب کیا (اور قیادت کی ذمہ داریاں تمہارے سپرد کیں)۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر - ۳۲)
اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے تمہیں چن لیا اور (اپنی) کتاب کا وارث تمہیں ٹھہرایا۔

اے ایمان والو! تمہیں اپنے ایمان پر بجا طور پر فخر ہو سکتا ہے، اس لئے کہ اس ایمان ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ کی نظرِ انتخاب تم پر پڑی اور تمہیں اقوامِ عالم کا قائد بنا دیا، تمہیں وہ اعزاز بخشا کہ دوسرے لوگ تمہارے غلام کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۷) وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ (البقرۃ - ۲۲۱)
مؤمن غلام مشرک سے بہتر ہے اگرچہ مشرک (بظاہر) کتنا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو۔

اے ایمان والو! اسی ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ارشادِ باری ہے:-

(۸) وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ (البقرۃ - ۲۳۱)
اللہ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں انہیں یاد کرو اور جو کتاب اور حکمت تم پر نازل کی ہے اُسے بھی یاد کرو۔

(۹) وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (البقرۃ - ۲۶۹)
یہ حکمت (اتنی بڑی نعمت ہے کہ) جس کو مل گئی اس کو درحقیقت خیرِ کثیر مل گئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب و حکمت کا نزول اتنی بڑی نعمت ہے کہ اسکے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ اے ایمان والو! یہ نعمت بھی تمہیں ایمان ہی کی بدولت ملی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱۰) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (یونس - ۵۷، ۵۸)
اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت اور قلوب کی بیماریوں کے لئے شفاء (بخش شریعت) آگئی ہے، وہ (سرتاپا) ہدایت اور مؤمنین کے لئے رحمت ہے (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت سے (تمہیں ملا) ہے تو اب اس (نعمت کے حصول) پر تمہیں خوش ہونا چاہیئے۔ یہ نعمت ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن کو لوگ جمع کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ایمان والوں کو ملی ہے، لہٰذا ایمان ہی وہ چیز ہے جس پر فخر کا دارومدار ہے۔

اے ایمان والو! یہ ایمان ہی ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ ہمارا دوست بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱۱) اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرۃ ۲۵۷) — اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔

ایمان ہی غلبہ کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱۲) وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران ـ ۱۳۹) — اے ایمان والو! تم ہی غالب رہوگے اگر مؤمن رہے۔

(۱۳) وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝ (النساء ـ ۱۴۱) — اللہ کافروں کو مؤمنین پر کبھی غلبہ نہیں دیگا۔

ایمان ہی فضلِ الٰہی کا باعث ہے، ارشادِ باری ہے:۔

(۱۴) وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (آلِ عمران ـ ۱۵۲) — اللہ مؤمنین پر (بڑا) فضل کرنے والا ہے۔

ایمان ہی احساسِ برتری پیدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱۵) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (المائدہ ـ ۵۱) — اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست بنائے گا اُس کا شمار انہی میں سے ہوگا۔

(۱۶) قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (التوبۃ ـ ۲۹) — (اے ایمان والو!) ان لوگوں سے لڑو جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں سے بھی لڑو جو دینِ حق کو قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

یہ ہے مؤمنین کی شان! مؤمنین کو برتر ہونا چاہیئے نہ کہ ماتحت۔ مؤمنین کو احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔ احساسِ کمتری سے انسان اپنی امتیازی شان کھو دیتا ہے۔ اسلامی چیزوں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے، دوسروں کی چیزوں کو اختیار کرتا ہے، یہ چیز آخر کفر کی نہیں تو اور کس چیز کی غماز ہے؟

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جس نے کسی دوسری قوم کی مشابہت کی تو وہ انہی میں شمار ہوگا۔" (ابو داؤد، صححہ العراقی۔ بلوغ الامانی ۶/۱۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمنین میں مزید احساس برتری پیدا کرتے ہوئے فرمایا: "یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو، اور جب تم راہ میں ان میں سے کسی سے ملو تو اُسے تنگ راستہ پر چلنے کے لئے مجبور کردو۔" (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو مؤمنین میں احساس برتری پیدا کرنا چاہتے ہیں لیکن آجکل کے لوگ احساس کمتری میں مبتلا ہو کر دوسروں کی نقالی پر فخر کرتے ہیں! افسوس کیا یہی شانِ ایمان ہے؟

ایک مؤمن کو کافر کے مقابلہ میں اپنے ایمان پر فخر کرنا چاہیے، لیکن ایک مؤمن کو دوسرے مؤمن پر فخر کرنے کے لئے کوئی بنیاد نہیں۔ اس سلسلہ میں لوگوں نے جو بنیادیں رکھی ہیں مثلاً نسب، وطن، زبان وغیرہ یہ سب سراسر غیر اسلامی ہیں۔

نسب پر فخر کرنا لغو ہے، نسب آخرت میں کام نہیں آئے گا۔ اہلِ کتاب اسی فخر میں مبتلا تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

(۱۷) تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (البقرۃ ۔ ۱۳۴ و ۱۴۱)

یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی، ان کے عمل ان کے کام آئینگے، تمہارے عمل تمہارے کام آئیں گے، ان کے اعمال کے متعلق تم سے بازپرس نہیں ہوگی۔

(۱۸) فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ (المؤمنون ۱۰۱)

اُس دن نسب کام نہیں آئیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:- "یہ نسب ایسے نہیں کہ ان کی وجہ سے کسی کو بُرا کہا جائے، تم سب اولادِ آدم ہو (تم سب آپس میں ایسے ہو جیسے) ایک صاع دوسرے صاع کے مقابلہ میں ہوتا ہے (کیا) تم اُسے بھرتے نہیں ہو؟ (کیا ایک صاع دوسرے صاع سے برتر ہوتا ہے؟ نہیں، بس اسی طرح) کسی کو کسی پر بزرگی نہیں ہے مگر دین اور تقوے کی وجہ سے۔ آدمی میں یہی بُرائی کافی ہے کہ وہ زبان دراز ہو، فحش بکنے والا ہو اور بخیل ہو (اخلاقی برائی ہی درحقیقت بُرائی ہے، نسب کی برائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی)"۔ (احمد۔ بلوغ الامانی ۱۹/۲۲۹ وسندہ صحیح۔ التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۳/۱۳۷۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱۹) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ

اے لوگو! قبیلے اور خاندان ہم نے اس لئے بنائے ہیں تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو

لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (یہ چیزیں عزت بخش نہیں ہیں عزت تو تقویٰ سے ملتی ہے) بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ
اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ (الحجرات ـ ۱۳)
عزّت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متّقی ہے ۔ بے شک اللہ جاننے والا، خبردار ہے ۔

وطن پر فخر کرنا بھی غیر اسلامی چیز ہے ۔ وطن زمین کا ایک حصّہ ہوتا ہے ، انسانی پیدائش کے لحاظ سے زمین کے ایک حصّے کو دوسرے حصّہ پر کوئی فضیلت نہیں، جغرافیائی لحاظ سے کسی زمین کا بہتر ہونا یا دینی لحاظ سے کسی زمین کا باحُرمت ہونا اور بات ہے لیکن کسی بہتر زمین یا باحُرمت زمین میں پیدا ہونے سے کسی انسان کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی ۔ مدینہ منوّرہ کی حرمت سے کس کو انکار ہے ، لیکن منافقین وہیں کی پیداوار ہیں ۔ مدینہ منوّرہ کے مشرقی علاقہ مثلاً عراق وغیرہ سے بموجب حدیثِ نبوی بہت سے فتنے اُٹھے لیکن اسی عراق کی سرزمین میں بہت سے اہل اللہ بھی پیدا ہوئے ۔

وطن کی محبّت نہ ایمان کا کوئی جزء ہے ، نہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث وارد ہوئی ہے ! اسلام عالمگیر اخوّت کا درس دیتا ہے ، مسلم قوم بس ایک قوم ہے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۲۰) وَاِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً یہ تمہاری جماعت حقیقتاً ایک ہی جماعت ہے
وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ ○ (المؤمنون ـ ۵۲) اور میں تم سب کا ربّ ہوں لہٰذا مجھ سے ڈرتے رہو ۔

اللہ تعالیٰ ایک ہے تو اُس کی جماعت بھی ایک ہی ہونی چاہیئے ۔ یہ ہے وحدتِ ملّت کا وہ سبق جس کو ہم بھول گئے ۔ اپنے ملک اور اپنی قوم پر فخر کرنے لگے ، پہلے ملکی بعد میں مسلم بننے پر ناز کیا جانے لگا ، کافروں کی نقّالی میں ہمارے ہاں بھی مادرِ وطن نے جنم لیا ، وطن کی خاطر مرنے اور جینے کا رجحان پیدا ہوا ۔

اپنی مادری زبان پر فخر کرنا اور اُس کی خاطر جھگڑنا اسلامی شیوہ نہیں ، اسلام اس قسم کے جاہلانہ تصوّرات کو ملیا میٹ کرتا ہے ۔ یہ تصوّرات تعصّبات کو جنم دیتے ہیں ۔ اس سے مسلمین کی قوت کو سخت نقصان پہنچتا ہے ۔ ہمیں صرف اس زبان سے محبّت ہونی چاہیئے جس میں اللہ نے اپنا آخری قانون نازل کیا ، باقی تمام زبانیں ہمارے لئے برابر ہونی چاہئیں ۔

مسلمین میں ملکی یا سیاسی ، نسلی یا قومی ، لسانی یا ثقافتی حدود قائم کرنا اسلامی اصول کو مسخ کر دینے کے مترادف ہے ، وطن پرستی سے اسلامی معاشرہ کی بنیادیں ہل جاتی ہیں ۔ وحدتِ ملّت کا سبق قصّۂ پارینہ بن جاتا ہے ۔ جتنے ملک اتنی ہی قومیں وجود میں آتی ہیں ۔ اُمّتِ مسلمہ عصبیّت کا شکار ہو جاتی ہے ۔ اتفاق و اتحاد کا زرّیں اصول ختم ہو کر رہ جاتا ہے ۔ یہ قومیں آپس میں لڑ لڑ کر اپنی قوت کو خود ہی پارہ پارہ کر لیتی ہیں ۔ مشترک دشمن کے مقابلہ میں بھی متحد نہیں ہوتیں ۔ اگر ہوتی ہیں تو خلوص مفقود ہوتا ہے ، ایک مُسلم

ملک پر مصیبت آتی ہے تو دوسرا مسلم ملک تماشہ دیکھتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ وہ رہتا ہے نہ یہ۔ کسی ملک کی حفاظت محض اللہ تعالیٰ کی رضاء جوئی اور اسلام کی بقاء کی خاطر صرف اسی ملک کے مسلمین پر ہی فرض نہیں بلکہ دنیا کے تمام مسلمین پر فرض ہے۔ لیکن کتنے مسلم ہیں جن کو اس بات کا احساس ہے؟ دینی فرقوں نے ہی کچھ کم نقصان نہیں پہنچایا تھا، جو کسر رہ گئی تھی وہ ان وطنی اور ملکی فرقوں نے پوری کر دی۔ اللہ کا رشتہ کالعدم ہوگیا، اللہ کی محبت کی جگہ وطن کی محبت نے لے لی، وطن کا بت دل و دماغ پر چھا گیا، مسلم عنقا ہو گئے، اسلام ختم ہوتا جا رہا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "بیشک اللہ اس کتاب کے ذریعہ قوموں کو رفعت و سربلندی عطاء فرمائے گا" (صحیح مسلم)

مسلمین کو تو اس کتاب مبین کے ملنے پر فخر کرنا چاہیئے جس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سربلندی کی ضمانت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو شخص اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے (یعنی بے سوچے سمجھے اپنی قوم کی حمایت کرے) یعنی قوم کے لئے غضب میں آئے یا عصبیت کی دعوت دے یا عصبیت میں اپنی قوم کی مدد کرے پھر وہ قتل ہو جائے تو اس کا قتل جاہلیت کا قتل ہوگا، ایسا شخص میری امت میں سے نہیں۔" (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ بابرکت میں ایک مہاجر اور ایک انصاری (لڑکوں) میں کچھ جھگڑا ہوگیا، انصاری نے انصار کو آواز دی۔ مہاجر نے مہاجرین کو آواز دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا: "یہ اہلِ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟" لوگوں نے آپ کو سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: "اِس (قسم کی پکار) کو چھوڑ دو، یہ خبیث پکار ہے۔" (صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء و صحیح مسلم کتاب البرّ والصّلۃ)

مہاجر اور انصار کتنے اچھے لقب ہیں لیکن جب اِن لقبوں کو مسلمین میں تفریق پیدا کرنے کا ذریعہ بنا یا جائے تو ان لقبوں کا ترک کرنا ضروری ہے۔ ایسے موقع پر ان لقبوں سے پکارنا خبیث کام ہے، یہ ایامِ جاہلیت یعنی کافروں کا شعار ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔ افسوس کہ لوگوں نے بہت سے گھٹیا لقبوں اور فرقہ وارانہ ناموں سے اپنے کو منسوب کر کے آپس میں تفریق پیدا کر لی، آئے دن کے جھگڑے انہی ناموں کے شاخسانے ہیں۔ کاش یہ لوگ غور کریں اور اپنا صرف ایک نام رکھیں یعنی مسلم، یہی اللہ تعالیٰ کا رکھا ہوا نام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔ "جس نے جاہلیت کی پکار پکاری وہ اہلِ دوزخ میں سے ہے۔" ایک شخص نے پوچھا "اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ لہٰذا (مسلمین کو) ان ہی القاب سے پکارو جن القاب سے اللہ نے، جس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے، پکارا ہے یعنی مؤمنین، اللہ کے بندے۔" (رواہ الترمذی فی ابواب الامثال وصححہ)

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۲/ ذوالحجہ ۱۰ھ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا :۔ "اے لوگو! بیشک تمہارا ربّ ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے، خبردار ہو جاؤ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے، فضیلت صرف تقوٰے کی بنیاد پر ہوتی ہے۔" (رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح، بلوغ الامانی جزء ۱۲ ص ۲۲۶ وسندہ صحیح)

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے ثابت ہوا کہ ایمان ہی ہے جس پر فخر کیا جائے ایمان ہی عزّت دیتا ہے، ایمان ہی باعثِ نجات ہے، ایمان ہی سے اللہ کی محبّت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ ایمان کا نتیجہ غلبہ ہے، احساسِ برتری ہے، ایمان ہی سے سربلندی اور سرفرازی ملتی ہے۔ ملک، وطن یا زبان سے عزّت حاصل نہیں ہوتی۔ لہٰذا اے مسلمو! اپنے ملک، وطن اور نسب پر فخر کرنا چھوڑ دیجئے۔ دوسرے کے وطن کو بُرا نہ کہئے۔ اگر آپ کے سامنے کوئی آپ کے وطن کو بُرا کہے تو آپ کو ملال نہ ہو، آپ کے دل کے کسی کونہ میں یہ خیال باقی نہ رہے کہ آپ کا وطن زمین کے دوسرے قطعات یا طبقات سے بہتر ہے اور نہ آپ کے دل میں وطن کی کوئی محبّت ہو۔ یہ تصوّرات ذہن سے نکال کر پھینک دیجئے۔ آپ کے نزدیک پوری دنیا یکساں ہو جائے۔ اسی طرح نسب اور مادری زبان کے متعلق بھی اپنی اصلاح کر لیجئے۔ آپ سوچئے، اگر آپ کسی دوسرے ملک میں پیدا ہوتے تو کیا وہ آپ کو موجودہ وطن سے زیادہ عزیز نہ ہوتا؟ کیا آپ کو اس وقت اس ملک کی زبان عزیز نہ ہوتی؟ اگر آپ کو اپنا وطن یا زبان زیادہ عزیز ہے تو کیا دوسرے کو اپنا ملک اور زبان زیادہ عزیز نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو کیا یہ ترقی کرنے کی باتیں ہیں؟ کیا ایسے جذبات سے آپس میں تصادم نہیں ہوگا؟ کیا یہی اسلام ہے؟ ہر شخص اپنے وطن اور زبان کو اچھا سمجھتا ہے تو آخر وہ کیا معیار ہے جس کی بنیاد پر کسی کے وطن اور زبان کو دوسرے کے وطن اور زبان پر ترجیح دی جائے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔ "تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (صحیح بخاری کتاب الایمان)

اگر آپ واقعی مؤمن بننا چاہتے ہیں تو اپنے مسلم بھائی کی خیر خواہی کیجئے خواہ وہ کہیں کا رہنے والا ہو، ایک دوسرے پر کسی قسم کے فخر کا اظہار نہ کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :- "اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ انکساری کو شیوہ بناؤ یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے"۔ (صحیح مسلم)

اے مسلمو! جب سے تم میں قوم پرستی اور وطن پرستی آئی جب ہی سے تم ذلیل ہوئے اور اگر اب بھی تمہیں ہوش نہیں آیا تو معلوم نہیں اور کتنا ذلیل وخوار ہو گے۔ اٹھو! وطن پرستی اور قوم پرستی کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دو، مسلم بنو اور "مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا" کی صدائیں بلند کرو۔

جماعت المسلمین کی دعوت یہی ہے کہ آیئے اور سب مل کر ایک ہو جایئے، وطن اور زبان کی تفریق مٹا دیجئے، اپنے ایمان پر فخر کیجئے اور کسی چیز پر نہیں اور اس ایمان کو بھی اپنا ذاتی شرف نہ سمجھئے بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھئے اور اس کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے ایمان کی دولت عطاء فرمائی۔ ہر مسلم کو خواہ وہ کہیں کا رہنے والا ہو اپنا بھائی سمجھئے، اس کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھئے، اس کے لئے وہی چیز پسند کیجئے جو آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ اگر آپ جماعت کی دعوت سے متفق ہیں تو جماعت کے ساتھ تعاون فرمایئے۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ ملت کا کفن ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی : اللہ تبارک وتعالےٰ	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام "مسلم"	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلق	.. دنیوی تعلقات نہیں
وجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی : ایمان باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجتماعیّت اور اسلام

اجتماعیّت اور اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ انفرادیت کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں سوائے اس صورت کے کہ کوئی دوسرا مسلم ہی موجود نہ ہو۔

اجتماعیّت فرض ہے

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبہ ۱۱۹)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

جماعت سے منسلک رہنا فرض ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ

جماعت المسلمین اور ان کے امام سے چپٹے رہو۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن و صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

جماعت سے علیٰحدہ ہونا گناہِ عظیم ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (صحیح بخاری کتاب الفتن و صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیٰحدہ ہوا اور (اسی حالت میں) مرگیا تو اس کی موت جاہلیّت کی موت ہوگی۔

جماعت کو چھوڑنا اسلام کو چھوڑنا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ۔

جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیٰحدہ ہوا اُس نے اسلام کی رسّی کو اپنی گردن سے علیٰحدہ کردیا۔

(رواہ الترمذی وصححہ فی ابواب الامثال ۲/۲۹۶)

سفر میں بھی جماعت اور امیر ضروری ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ (ابوداؤد کتاب الجہاد، سندہ صحیح)

جب تین آدمی سفر کے لئے نکلیں تو انہیں چاہیئے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔

وحسنہ الالبانی ۔التعلیقات علی المشکوٰۃ ۲/۱۱۴۵)

بستی ہو یا جنگل ہر جگہ اجتماعیت ضروری ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ ثَلٰثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْھِمُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطَانُ فَعَلَیْکَ بِالْجَمَاعَۃِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَۃَ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ

تین آدمی اگر کسی بستی یا کسی جنگل میں ہوں پھر ان میں نماز نہ قائم کی جائے تو ان پر شیطان مسلّط ہو جاتا ہے لہٰذا جماعت کو لازم پکڑو اس لئے کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو گئی ہو۔

۸۸ وسندہ صحیح ۔نیل الاوطار ۳/۲۷)

جنگل میں بھی جماعت اور امیر کا ہونا ضروری ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَحِلُّ لِثَلَاثِ نَفَرٍ یَکُوْنُوْنَ بِاَرْضِ فَلَاۃٍ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَیْھِمْ اَحَدَھُمْ (رواہ احمد وسندہ حسن بلوغ الامانی جزء ۱۹ ص ۲۸۸)

تین آدمیوں کے لئے حلال نہیں کہ کسی جنگل میں رہیں مگر یہ کہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنا لیں (یعنی جنگل میں بھی بغیر امیر کے رہنا حرام ہے)

الغرض تین مسلم خواہ وہ سفر میں ہوں یا حضر میں، بستی میں ہوں یا جنگل میں انہیں اپنا ایک امیر مقرر کرنا چاہیئے اور اجتماعی زندگی گذارنی چاہیئے۔

دین اسلام ایک اجتماعی نظام ہے۔ ہر اجتماعی کام کے لئے نظم و ضبط کی ضرورت ہے اور نظم و ضبط کے لئے امیر کا ہونا اور اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ بغیر امیر کی اطاعت کے نہ تنظیم ہو گی، نہ نظم و ضبط برقرار رہے گا اور نہ جماعت ہی باقی رہے گی۔ جماعت ضروری ہے اور جماعت کی بقاء کے لئے امیر کی اطاعت ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علماء کو اتحاد کی دعوت

پاکستان کی بنیاد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر رکھی گئی تھی لیکن اس بنیاد پر اسلام کی تعمیر ایک طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود ابھی تک نہیں ہوئی۔ جس اتّحاد و اتّفاق کا مظاہرہ اسکے مطالبہ کے وقت کیا گیا تھا وہ ختم ہوگیا۔ لوگ مذہبی اور سیاسی جھگڑوں میں اُلجھ کر رہ گئے۔ ہر گروہ اپنے مسلک کی کی ترقی، اشاعت و تبلیغ میں تو مصروف رہا لیکن کسی نے بھی اسلام کی طرف توجہ نہیں دی۔ دشمنانِ اسلام نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا، نتیجۃً ہماری معیشت، معاشرت، زراعت، صنعت وحرفت اور تعلیم غرض کہ زندگی کا ہر شعبہ غیر اسلامی افکار و نظریات کے سانچوں میں ڈھلتا رہا۔

اگرچہ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد ابھی باقی ہے اور شیدائیانِ اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکمل، حسین و جمیل قصر کی تعمیر کے خواہاں ہیں لیکن اپنے اپنے فرقے کے مسلک کے مورچوں میں مقید ہوکر آپس میں ایک دوسرے پر گولہ باری کررہے ہیں۔

اگر ہم واقعی خلوصِ نیّت سے یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا بول بالا ہو تو ہم کو اپنے اختلافات ختم کرنے ہوں گے، فرقہ واریت کو چھوڑنا ہوگا۔ مختلف مذاہب و مسالک کی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر شاہراہِ مستقیم پر آنا ہوگا۔ اگر اس نازک مرحلہ پر بھی ہم ایک نہ ہوئے اور اپنے اختلافات اور فرقہ وارانہ مذاہب کو ختم نہ کیا تو اندیشہ ہے کہ ہمارا وجود ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے، پھر نہ ہم ہوں گے اور نہ ہمارے فرقہ وارانہ مورچے ہوں گے۔

اس وقت سب سے زیادہ ذمّہ داری علماء کی ہے۔ انہیں چاہئے کہ اختلاف و افتراق کا سلسلہ جو عرصۂ دراز سے چلا آرہا ہے اس کو ختم کرکے متّحد و متّفق ہوجائیں۔

علماء سے گذارش ہے کہ وہ اس مسئلہ پر خلوص کے ساتھ غور کریں گے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وصیّت کے مطابق قرآن و حدیث پر جمع ہوجائیں اور جماعت المسلمین سے چمٹ جائیں اور اس اسلام کو قائم کریں جو فرقوں کے بننے سے پہلے موجود تھا۔ یہی ایک صورت ہے جس سے ہمارے اختلافات و مسالک ختم ہوسکتے ہیں اور ہم ملّتِ واحدہ بن سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب دیجئے

① کیا آپ حقیقی اسلام کی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں ؟

② کیا آپ کو فرقہ بندی سے واقعی نفرت ہے ؟

③ کیا آپ فرقہ بندی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں ؟

④ کیا آپ ایک اُمّتِ واحد بن کر اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کرنا چاہتے ہیں ؟

⑤ کیا آپ لاعلمی کی تاریکیوں سے نکل کر علم و عمل کی روشنی میں آنا چاہتے ہیں ؟

⑥ کیا آپ زندگی کے ہر شعبہ میں کامل اور محفوظ دینِ اسلام پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں ؟

⑦ کیا آپ اپنی پوری زندگی میں فکری اور عملی انقلاب لانا چاہتے ہیں ؟

⑧ کیا آپ موت کے بعد ملنے والی زندگی کے لئے تیاری کرنا چاہتے ہیں ؟

اگر آپ کا جواب "ہاں" میں ہے تو آیئے !

آج ہی سے ہماری کتابوں کا مطالعہ

شروع کر دیجئے۔